بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

004-21:سورۃالنساء کی مختصر تفسیر (آیات:101-104)

سورۃالنساء کی مختصر تفسیر کا درس جاری ہے اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۱۰۱﴾ (النساء:94)

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ﴾: اور جب تم زمین پر سفر کرو۔ ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾: تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾: کہ نماز کو قصر کرو (یعنی اس کو کم کر دو اور کم سے مراد قصر الصلاۃ سے مراد جو نماز چار رکعت والی ہے وہ دو رکعت ہو جاتی ہے)۔

﴿اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ﴾: اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں اذیت پہنچائیں گے وہ جنہوں نے کفر کیا۔

﴿اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۱۰۱﴾: بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

یہ آیت کریمہ جو ہے اس میں التخفیف فی الصلاۃ اور صلاۃالقصر کا ذکر ہے اور اسے کہتے ہیں "الرخص الشرعیة" شرعی رخصتیں جو ہیں ان میں سے قصر الصلاۃ بھی ہے۔

قصر الصلاۃ کے احکام اور مسائل کے تعلق سے چند اہم چیزوں پر بات کرتے ہیں آج کے درس میں اور یہ جو مسئلہ ہے بعض علماء نے اس مسئلے کو عقیدے کی کتابوں میں بھی ذکر کیا ہے متفرقات میں کیونکہ بعض اہل بدعت جیسا کہ خوارج ہیں انہوں نے مسافر کے لیے قصر نماز کو جائز نہیں سمجھا اور کہتے ہیں کہ یہ خوف کے لیے تھا اور اب خوف نہیں ہے تو قصر بھی نہیں ہے۔ الغرض، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ جب تم سفر کی حالت میں ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم نماز کو قصر کر لو، اور قصر نماز تین نمازوں میں ہوتی ہے وہ تین فرض نمازیں جو چار رکعت کی ہیں "ظہر کی نماز، عصر کی نماز اور عشاء کی نماز"، فجر اور مغرب میں قصر نہیں ہوتی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ﴾: اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے یا اذیت پہنچائیں گے وہ جنہوں نے کفر کیا ہے۔ کیونکہ کافر ہمیشہ اس تاک میں رہتا ہے کہ کب اور کیسے وہ اہل ایمان کو نقصان پہنچائے اور ہوا یہ یعنی اس آیت کریمہ کے سبب نزول میں

حدیث میں آیا ہے کہ ایک جنگ کے دوران جس میں سیدنا خالد بن ولید بھی شامل تھے مشرکین کے ساتھ اسلام قبول کرنے سے پہلے تو ظہر کا وقت آیا اور ظہر کی نماز اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ پڑھی تو مشرکین نے کہا کہ ابھی آنے والی نماز جو ہے (یعنی عصر کی نماز جو ہے) یہ اِن لوگوں کے لیے اِن کے مال اور بیٹوں سے زیادہ محبوب ہے (ذرا الفاظوں پر غور کریں یہ مشرکین گواہی دے رہے ہیں کہ ابھی جو نماز آئے گی یہ نماز اِن لوگوں کے لیے یعنی اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے لیے اِن کے مال اور اولاد اور بیٹوں سے زیادہ محبوب ہے) اس لیے اب جب یہ نماز پڑھیں گے (عصر کی نماز) تو ہم ایک ساتھ مل کر ایک حملہ کریں گے اور ان کا خاتمہ کر دیں گے، چنانچہ عصر سے پہلے ابھی عصر کا وقت نہیں آیا اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ یہ معاملہ ہونے والا ہے اب نماز قصر کرنی پڑے گی، اور اس کے ساتھ جو اگلی والی آیت ہے اُس میں اس قصر نماز کا طریقہ بیان کیا ہے۔

الغرض میں اگلی آیت جب پڑھوں گا تو قصر نماز کے جو مختلف طریقے ہیں صلاۃ الخوف کے تو اس آیت میں صلاۃ القصر کے احکام ہیں اور اگلی آیت میں صلاۃ الخوف کے احکام ہیں میں دوسری آیت کے بعد تھوڑا وقت لے کر بتاؤں گا کہ یہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا﴾: بے شک کافر جو ہیں تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

اور ہمیشہ کافر جو ہیں وہ مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں اُن کی دشمنی وقتی طور پر نہیں ہے اُن کی دشمنی تا قیامت ہے اس لیے کبھی کسی کافر سے یہ امید نہ رکھیں کہ وہ کبھی بھی کسی مسلمان کے لیے یا اہل ایمان کے لیے خیر خواہ ہیں، اگر کہیں پر اُن کی کوئی بھی بھلائی نظر آتی ہے تو وہ دنیا کے لیے ہے اُن کے ذاتی مفادات کے لیے ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہود و نصاریٰ کے تعلق سے:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (البقرۃ:120)

(کبھی راضی نہیں ہوں گے یہود و نصاریٰ جب تک اُن کی ملت کی اتباع نہ کی جائے)

جب تک تم اپنے دین پر قائم ہو وہ کبھی راضی نہیں ہوں گے تم اپنے دین کو چھوڑ وگے اُن کے دین کو اپناؤ گے تب وہ راضی ہوں گے اور یہ ممکن نہیں ہے! اہل ایمان (مسلمانوں) کی پہچان اُن کا ایمان ہے اُن کا دین ہے۔

تو کافر جو ہیں وہ اہل ایمان کے کھلے دشمن ہیں اور یہ دشمنی ہمیشہ رہے گی تو آیت کے اس حصے میں ہمیں جو پیغام ملتا ہے واضح پیغام یہ ہے:

1-کہ مسلمان کو ہمیشہ کافروں کے ساتھ تعلق کے لیے محتاط رہنا چاہیے کیونکہ کافر کبھی بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

2-اور اس میں یہ بھی بڑا پیارا پیغام ہے (اس آیت کریمہ میں) دین اسلام آسانی کا دین ہے اور اس اعتبار سے نمازوں کو اگر دیکھ لیں آپ ارکان اسلام کو دیکھ لیں آپ کلمہ شہادت میں بڑا پیارا اور سب سے آسان پیغام یہ ہے:

(ا) کہ ایک ربّ کی عبادت کرنی ہے ایک رسول کی اتباع کرنی ہے (سب سے زیادہ پیارا اور آسان ترین طریقہ ہے کہ ایک ربّ کی عبادت کرنی ہے ایک نبی کی اتباع کرنی ہے)۔

(۲) نمازیں پانچ فرض ہیں پچاس نہیں ہیں پانچ پڑھتے ہیں اُجر پچاس کا ملتا ہے۔

(۳)زکوۃ صرف اُن لوگوں پر فرض ہے جو صاحب نصاب ہیں اور وہ بھی ایک سال ہونے کے بعد،جب ایک سال مکمل ہوگا نصاب کے پورا ہونے میں تب زکوۃفرض ہوتی ہے وہ بھی بعض چیزوں میں جو مخصوص چیزیں ہیں شریعت میں۔

(۴)روزے پورے سال میں 12 مہینوں میں سے صرف ایک مہینہ فرض ہیں(رمضان کے روزے)باقی فرض نہیں ہیں۔

(۵)حج پوری زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔توکتنی آسانیاں ہیں!

دیکھ لیں اگر حج ہر سال فرض ہوتا تو اور نمازیں پچاس فرض ہوتیں اور روزے چھ مہینے فرض ہوتے اور زکوۃ ہر مسلمان پر فرض ہوتی تو پھر ہوتا کیا؟!کتنا مشکل ہوتا!تودین اسلام بنیادی طور پر آسانی کا دین ہے اور جب کوئی مشکل پیش آجاتی ہے اس آسانی میں تو اُس میں آسانی مزید کردی جاتی ہے اسے کہتے ہیں **"الرخصة الشرعية"** اس میں سے ایک قصرالصلاۃ بھی ہے۔اب مسافر ہے چار رکعت والی نماز اُس کے لیے مشکل ہو جاتی ہے اگر آسان بھی ہو تب بھی چار رکعت آپ دو پڑھیں گے۔رمضان کا روزہ ہے سفر کی حالت میں ہیں آپ افطاری کرلیں روزہ نہ رکھیں قضاء آپ پر فرض ہے روزہ فرض ہی نہیں ہے بعد میں قضاء کرلیں آپ(سبحان اللہ)۔

تودین اسلام آسانی کا دین ہے اگر یہ آسانی اس میں کوئی خلل ہو جاتا ہے کوئی مزید تنگی پیش آجاتی ہے کسی وجہ سے تو الرخصۃالشرعیۃ ایک اور آسانی ہے۔اب دیکھیں وضو کے لیے پانی ہے غسل کے لیے پانی ہے طہارت کے لیے اگر پانی نہ ہو تو یہاں پر الرخصۃالشرعیۃ کیا ہے؟اس کا نعم البدل کیا ہے؟تیمم ہے مٹی ہے تو تیمم آسانی ہے(سبحان اللہ)۔

اسی طریقے سے جو الرخصة الشرعية ہیں وہ چھ ہیں واجب نوٹ کرلیں اگلے درس میں پوچھوں گا کہ کون سے ہیں،چھ الرخصۃالشرعیۃ ہیں یہ چھ کون سے ہیں اور ان کی دلیل کیا ہے اگلے درس میں پوچھوں گا ان شاءاللہ۔

3-تیسری بات جو اس آیت کریمہ میں ہے:﴿إِنۡ خِفۡتُمۡ أَن يَفۡتِنَكُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ﴾:اس میں صلاۃالقصر کو خوف کے ساتھ جوڑدیا ہے اور یہیں سے غلطی لگی خوارج کو جو اہل بدعت میں سے ہیں انہوں نے کہا کہ صلاۃالخوف قرآن مجید میں صلاۃالقصر کو خوف کے ساتھ جوڑدیا ہے بدامنی میں جنگ میں تو جائز ہے سفر کے لیے جائز نہیں ہے۔

اوراس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری حدیث کہ ایک مرتبہ(صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے اور ابن کثیر نے بھی روایت کیا ہے اس قصے کو)ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنۡ خِفۡتُمۡ أَن يَفۡتِنَكُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ﴾:

خوف کی بات ہے اب تو امن وامان عام ہوگیا ہے اب ہم قصر کیوں کرتے ہیں؟(سوال بنتا ہے نا)۔تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جواب میں کہ جیسے آپ کو تعجب ہو رہا ہے مجھے بھی اسی بات پر تعجب ہوا تھا میں نے بھی یہی سوال کیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک صدقہ ہے اللہ تعالیٰ کا صدقہ قبول کرلو"۔"تخفیف الصلاۃ" قصر نماز جو ہے اگرچہ اب امن ومان عام ہوگیا ہے الحمدللہ بدامنی نہیں ہے اور خوف بھی ختم ہوگیا ہے لیکن یہ نماز قصر برقرار رہے گی مسافر کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی ہے صدقہ ہے صدقے کو قبول کرلو۔

تو اس اعتبار سے صلاۃ القصر جو ہے خوف کی حالت میں بھی ہے، جنگ کی حالت میں بھی ہے، عام سفر میں بھی ہے جس میں جنگ اور جہاد نہ ہو کیونکہ عام طور پر جہاد کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے تو اس لیے یہ آیت کریمہ جو ہے "صلاۃ القصر" یہ جہاد کے سیاق اور سباق میں آئی ہے، ہم بات کر رہے تھے پچھلے درس میں اور اُس سے پہلے اور اگلی آیت میں بھی اسی جہاد کا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کا ذکر ہو رہا ہے تو اسی سیاق اور سباق میں اللہ تعالیٰ نے صلاۃ القصر کو خوف کے ساتھ جوڑ کر بیان فرمایا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ بھی جب سفر پر جاتے اور امن کی حالت ہوتی تو نماز قصر کرتے کہ نہ کرتے؟ قصر کرتے۔ تو اس لیے خوف کا ذکر جو یہاں پر ہے اس پر ایک قاعدہ ہے کہ وہ الفاظ جو کسی غالب معاملے کی وجہ سے یا کسی خاص موقعے کی وجہ سے استعمال کیے جائیں تو اُن کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا: "إذا خرج المنطوق مخرج الغالب أو على حادثة فلا معني لها"۔

یعنی خوف کا جو یہاں پر ذکر ہے کیونکہ اُس وقت جو غالب سفر تھے جب آیت نازل ہوئی غالب یعنی اکثر سفر جو ہوتے تھے وہ جہاد کے لیے ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے اور خوف اُس وقت طاری ہوتا کہ یا تو مشرکین حملہ آور ہوتے تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفاع کرتے تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حملہ کرتے۔

تو یہ صورت حال تھی اس میں خوف کا جو معنی ہے وہ ہمیشہ تھا اس لیے یہ الفاظ کیونکہ غالب اُس وقت یہ ہوتا تھا اُس کے بعد یہ حکم نہیں ہے تو یہ منسوخ نہیں ہوا کیونکہ خوف منسوخ ہوتا تو پھر خوف میں نہ پڑتے، منسوخ نہیں ہے یہ بھی برقرار ہے لیکن یہ لفظ جو ہے خوف کا سفر کو اس کے ساتھ جوڑنا جو ہے اس کا معنی منطوق کے ساتھ نہیں ہے یعنی اس پر عمل نہیں کیا جائے گا قصر الصلاۃ کے لیے کیونکہ اگر اس پر عمل کرتے ہیں تو پھر اس میں سفر کا ذکر نہیں ہے۔

سفر کے ساتھ جب خوف جڑ جاتا ہے تو خوف اگر ہٹا دیں سفر باقی رہتا ہے تو سفر کو برقرار رکھیں خوف کے بغیر تو خوف کو ہم نے کیوں نکالا ہے؟ اسی قاعدے کی بنیاد پر کہ غالباً اُس وقت سفر جو تھے خوف کی وجہ سے ہوتے تھے (جو صلاۃ القصر ہے) خوف طاری ہوتا تو نماز قصر کرتے تھے خوف کی وجہ سے اب جب امن وامان عام ہو گیا ہے خوف نہیں ہے تو جو پہلا اصل تھا باقی رہ گیا ہے مسافر کے لیے قصر الصلاۃ (واضح ہے؟)۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ﴾ (النساء:102)

(اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن میں موجود ہوں)

﴿فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ﴾: پھر آپ نے اُن کے لیے نماز کو قائم کر دیا۔

﴿فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ﴾: تو چاہیے کہ اُن میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے (﴿طَآئِفَةٌ﴾ جماعت)۔

﴿وَلْيَأْخُذُوٓاْ أَسْلِحَتَهُمْ﴾: اور اپنے ہتھیار اٹھالیں۔

﴿فَإِذَا سَجَدُواْ فَلْيَكُونُواْ مِن وَرَآئِكُمْ﴾: پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو تمہارے پیچھے ہو جائیں۔

یہاں پر سجدے سے مراد:﴿فَاِذَا سَجَدُوْا﴾ یعنی:"انتهي الركعة": سجدے سے مراد سجدہ کر کے نماز کو ختم کر لیتے ہیں پھر پیچھے چلے جاتے ہیں اُن کی جگہ اور آ جاتے ہیں، تو سجدے سے مراد کیونکہ جب سجدے میں جاتے ہیں تو جو پیچھے والے ہیں وہ کھڑے رہتے ہیں سجدہ نہیں کرتے (ابھی طریقہ بتاتا ہوں میں تفصیل سے)۔

﴿فَاِذَا سَجَدُوْا﴾: وہ سجدہ کر لیں اور اپنی نماز کو تمام کر لیں،﴿فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ﴾: پھر یہ پیچھے چلے جائیں (یہ لوگ سجدہ کر کے نماز ختم کر کے چلے جائیں)۔﴿وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ﴾: اور دوسرا گروہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ آئیں اور آپ کے ساتھ نماز پڑھیں (یہ جو پہرا دے رہے تھے دوسری جماعت)۔

﴿وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ﴾: اور وہ اپنا بچاؤ اور اپنا اسلحہ اٹھالیں۔

﴿وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً﴾: کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور ساز وسامان سے غافل ہو جاؤ پھر وہ حملہ کر دیں آپ لوگوں پر ایک ساتھ مل کر (جیسے میں نے ذکر کیا حدیث میں کہ مشرکین جو ہیں وہ حملہ آور ہونا چاہتے ہیں عصر کی نماز کے وقت)۔

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى﴾: اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم بیمار ہو تکلیف میں ہو،﴿اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ﴾: اگر بارش ہو بارش کی وجہ سے اپنا اسلحہ نہیں اٹھا سکتے﴿اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى﴾: یا تم بیمار ہو۔

﴿اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ﴾: تو اپنے ہتھیار رکھ دو۔

﴿وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾: لیکن اپنا بچاؤ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو (ہمیشہ چوکنا رہنا چاہیے)۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝١٠٢﴾: بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ میں صلاۃ الخوف کی صفت اور طریقہ بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے، اس کا جو احادیث میں آیا ہے تقریباً چھ یا سات کے قریب مختلف طریقے ہیں اُن میں سے تین معروف طریقے ہیں میں ان تین پر بات کرتا ہوں ان شاءاللہ بات آسان ہو جائے گی۔

صلاۃ الخوف کا تعلق جو ہے اور ان طریقوں کا اختلاف جو ہے وہ ڈپینڈ (Depend) کرتا ہے کہ کتنی شدت خوف کی ہے، جنگ شروع ہوئی کہ نہیں ہوئی، جنگ کے دوران ہے یا جنگ سے پہلے ہے یا جنگ کی بعد کی صورت حال ہے، خوف موجود ہے یا خوف کم ہے یا بہت زیادہ ہے کیونکہ جب جنگ شروع ہوتی ہے اس سے پہلے تیاری ہوتی ہے دو صفیں ہوتی ہیں پھر ایک وقفہ آتا ہے جنگ کے دوران بھی پھر جنگ میں کود پڑتے ہیں دونوں فریقین جو ہیں پھر قتال کے وقت اگر نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے اور دوسری نماز بھی جمع کی جاتی ہے ایک ساتھ اُس کا وقت ختم ہونے والا ہے تب نماز پڑھی جاتی ہے اسی حالت میں جبکہ تلوار ہاتھ میں ہے اور لڑ بھی رہے ہیں، تو تین مختلف صورتیں ہیں۔

دوسرا اعتبار نماز میں فرق جو ہے کہ جو دشمن ہے وہ قبلے کی طرف ہے یا قبلے کے مخالف ہے، جہاں پر قبلہ ہے آپ کا رُخ دشمن کی طرف جو ہے وہ قبلے کی طرف ہے یعنی دشمن آپ کے قبلے کے بیچ میں ہے یا اس کے اپوزٹ (Opposite) کہیں پر ہے اُس کے علاوہ ہے، اگر دشمن جو ہے آپ

کے قبلے کے بیچ میں ہے تو نماز کا اور طریقہ ہے، اگر دشمن جو ہے آپ کے قبلے سے الگ ہے کسی اور طرف ہے اس کی نماز کا طریقہ اور ہے، تو اب تین صورتیں ہو گئی ہیں:

1- جنگ کے دوران جب جنگ جاری ہو اس وقت کیسے پڑھنی ہے، جنگ کی شدت میں اس میں ظاہر ہے کہ قبلہ کا رُخ کہاں ہے آپ کو نہیں پتہ قبلہ کس طرف ہے اس میں رکوع کیسے کرنا ہے نہیں کر سکتے رکوع اس میں کیسے پڑھنا ہے اس میں صرف کیا کیا جاتا ہے سب سے آسان طریقہ ہے بتا دیتا ہوں کہ اس میں آپ نے نیت کرنی ہے تکبیر پڑھ لینی ہے کیونکہ تلوار ہاتھ میں ہے آپ لڑ رہے ہیں یا گن (Gun) آپ کے ہاتھ میں ہے آپ لڑ رہے ہیں اس میں استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔

اب آپ تکبیر پڑھیں گے "اللهُ أكبَر" اور اس کی ایک رکعت پڑھنی ہے دو رکعت نہیں پڑھنی، اور اس میں تکبیر تحریمہ کے بعد آپ سورۃ فاتحہ پڑھیں گے رکوع میں آپ ایماء کریں گے سر سے، رکوع نہیں کر سکیں گے رکوع کریں گے تو دشمن حملہ کر دے گا۔ اب لڑے رہے ہیں دشمن سے رکوع کیسے کریں گے سجدہ کیسے کریں گے تو ایماء جو ہے کیسے ہو گا؟ سر جھکانے سے تھوڑا سا۔ اور سجدے کے لیے زیادہ سر جھکانا ہے رکوع کے لیے کم سر جھکانا ہے یعنی "اللهُ أكبَر" کہا ہے اگر رفع یدین ہو سکے تو ٹھیک ہے نہیں ہو سکتا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے اپنے دل کی نیت سے اپنے سارے اعمال کرنے ہیں۔ نیت ہو گی نماز کی زبان سے "اللهُ أكبَر" کہہ دیا جو زبانی عبادات ہیں وہ آپ کریں گے کیونکہ زبان جنگ کے دوران تو چل سکتی ہے آپ بول سکتے ہیں لیکن آپ کے ہاتھ اور پاؤں باقی جو رکوع ہے سجدہ ہے قیام ہے باقی ہیں ان کی معافی ہے اگر نہیں ہو سکتے اگرچہ یہ بھی ارکان ہیں۔ تکبیر تحریمہ ہو گی "اللهُ أكبَر" پڑھیں گے سورۃ الفاتحہ آپ پڑھیں گے دوسری سورۃ پڑھنا چاہتے ہیں وہ پڑھ سکتے ہیں، جب آپ رکوع کے لیے "اللهُ أكبَر" کہہ کر سر تھوڑا جھکائیں گے اور پھر "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ" سر اٹھائیں گے، پھر "اللهُ أكبَر" کہہ کر سجدے کی طرف آپ سر تھوڑا زیادہ جھکائیں گے، پھر ذکر پڑھیں گے جو سجدے کے ہیں "سُبحَانَ رَبِّيَ الأَعلَى"، پھر تکبیر پڑھیں گے سر اٹھائیں گے پھر دوسرا سجدہ کریں گے، اور پھر تشہد کی نیت کر کے آپ تشہد کریں گے جبکہ آپ کھڑے ہیں بیٹھے نہیں ہیں، پھر تشہد پورا پڑھیں گے پھر آپ سلام کریں گے۔ یہ جب جنگ کی شدت ہو اور خوف کی شدت ہو تب یہ طریقہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز جو فرض ہوئی چار رکعت ہے (عام نماز جو ہے قیام کی حالت میں)، سفر میں دو ہوئی اور خوف میں ایک۔ صلاۃ الخوف اگر ہو بہت شدید ڈر ہو جنگ کے دوران تو یہ مطلب ہے ایک تب پڑھی جاتی ہے اگر یہ ہو، بہر حال۔

2- دوسری صورت کہ جب دشمن جو ہے وہ قبلے کے مخالف ہو تب کیا کرنا ہے؟

اور یہ آیت کریمہ جو ہے اسی تعلق سے ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی ابتداء کریں گے ایک گروہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو جائے گا رُخ قبلے کی طرف ہے، دوسرا گروہ مشرکین کی طرف جو ہے نا دشمن کی طرف رُخ ہو گا کیونکہ دشمن اب پیچھے ہے قبلے کی طرف نہیں ہے تو ایک رکعت مکمل پڑھ لیں گے یعنی رکوع بھی ہو گا اس میں تکبیر ہو گی (پوری نماز)، رکوع کریں گے کیونکہ پیچھے والے حفاظت کر رہے ہیں۔ پوری رکعت پڑھنے کے بعد جب وہ دوسرا سجدہ دے کر کھڑے ہو جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کھڑے ہیں دوسری رکعت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اب یہ جو گروہ ہے یہ اپنی خود رکعت پوری کرے گا نیت کریں گے انفرادیت کی کہ اب نماز منفرد کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت کی نیت ختم کرکے منفرد نماز کرکے اپنی ایک رکعت پوری پڑھ لیں گے ایک رکعت پوری کرنے کے بعد سلام کرکے اٹھ کر چلے جائیں گے ،اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں دوسری رکعت کے لیے۔

دوسرا گروہ جو ہے جس کا رُخ دشمن کی طرف تھا وہ آئے گا وہ تکبیر تحریمہ کرے گا ان کی پہلی رکعت ہو گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری رکعت ہو گی اور وہ بھی پوری نماز پڑھیں گے ،اس میں رکوع بھی پورا ہو گا سجدہ بھی پورا ہو گا قیام بھی پورا ہو گا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دوسری رکعت لمبی کریں گے تاکہ دوسرا گروہ آکر سورۃ الفاتحہ وغیرہ پڑھ لے جب دوسرا رکوع یعنی سورۃ الفاتحہ پڑھ لے گا تو پھر اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کریں گے ،رکوع کیا جو گروہ پیچھے ہے جو مقتدی ہیں جو بعد میں آیا ہے گروہ یہ بھی رکوع کریں "سَمِعَ اللهُ لِمَن حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ "رفع یدین ہے رکوع ہے وہ بھی کریں گے ،پھر سجدہ ہے وہ بھی کریں گے ،پھر تشہد میں بیٹھیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہیں وہ بھی تشہد میں بیٹھیں گے ،اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشہد میں بیٹھیں گے تو دوسرا گروہ اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا کیونکہ ایک رکعت باقی ہے نا،جو گروہ بعد میں آیا ہے ایک رکعت پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اب ایک رکعت باقی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشہد میں بیٹھیں گے تو تشہد لمبا کریں گے اور وہ جو دوسرا گروہ بعد میں آیا ہے ایک رکعت باقی ہے وہ جب دوسرا سجدہ کریں گے بیٹھیں گے نہیں تشہد کے لیے اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور ایک رکعت پوری مکمل کریں گے جب وہ رکعت مکمل کر لیں گے تب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تشہد پورا کرنے کے بعد اور صحابہ نے بھی تشہد پورا پڑھ لیا پھر سلام دونوں طرف ہو جائے گا اس طریقے سے دونوں گروہوں کی نماز ہوئی۔

ایک گروہ جو پہلا تھا نماز کی ابتداء سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی ہے دوسرے گروہ نے نماز کی انتہاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی ہے سلام کے ساتھ یہ طریقہ جو ہے یہ تب ہو گا ایک صرف اُس وقت جب شدت ہو ،ایک رکعت جو ہے جب شدت ہو جنگ کے دوران ہو اگر نہیں ہے تو جو دو باقی صورتیں ہیں اُن میں دو رکعت ہوتی ہے یہ فرق ہے۔تو دشمن تھا یہ قبلے کے علاوہ۔

3-تیسری صورت اگر دشمن قبلے کی طرف ہو تب کیا کرنا ہے؟

اس میں دو صفیں ہوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر تحریمہ پڑھی اور دونوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی، سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث میں متفق علیہ حدیث میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر پڑھی ہم سب نے تکبیر پڑھی، پھر قیام کیا ہم سب نے قیام کیا، پھر رکوع کیا ہم سب نے رکوع کیا، پھر سجدے میں گئے تو پہلی جو صف ہے وہ سجدے میں گئی ہے دوسری صف نے سجدہ نہیں کیا۔

امیجن (Imagine) کریں کہ دو صفیں ہیں کیونکہ ایک صف نے ہتھیار اٹھا کر پروٹیکشن (Protection) کرنی ہے حفاظت کرنی ہے اگر دونوں سجدے میں جائیں گے دشمن تو تیار ہے نا(یہ وہی طریقہ ہے جو میں نے بتایا ہے کہ دشمن حملہ آور ہونا چاہتا ہے)،الغرض تو پہلی صف جو ہے وہ سجدے میں چلی گئی دوسری صف کھڑی ہے سجدے میں نہیں گئی ہتھیار اٹھا کر دونوں نے سجدے کیے، پھر جب دونوں سجدے سے اٹھ

کر کھڑے ہو گئے تو دوسری صف نے سجدہ کیا سجدے میں چلے گئے جب سجدے سے سر اٹھا کر اٹھ کر کھڑے ہو گئے تو دوسری صف آگے آگئی پہلی صف پیچھے آگئی (دوسری صف جب سجدہ کر کے سر اٹھائے گی اٹھ کر کھڑی ہو جائے گی تو دوسری صف آجائے گی پہلی صف کی جگہ اور پہلی صف کی جگہ دوسری صف چلی جائے گی) اب دوسری رکعت پڑھنی ہے۔

پھر سیدنا جابر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کیا ہم سب نے رکوع کیا ایک ساتھ، پھر سر اٹھایا ہم سب نے سر اٹھایا، پھر سجدہ کیا تو پھر جو پہلی صف تھی انہوں نے سجدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور دوسری صف جو ہے وہ پیچھے کھڑی ہے رکھوالی کے لیے کیونکہ پہلی رکعت میں وہ سجدہ کر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تاکہ انصاف مکمل ہو اب دوسری صف آگے آگئی ہے اب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کر رہے ہیں دوسری صف کھڑی ہے دشمن کے سامنے، پھر جب سجدے سے سر اٹھایا تشہد پر تو دوسری صف جو ہے وہ سجدے میں گئی پھر سجدے سے سر اٹھا کر سب تشہد میں بیٹھ گئے (اب سب بیٹھے ہیں رُخ کس کی طرف طرف ہے؟ دشمن کی طرف ہے اسلحہ بھی ہاتھ میں ہے اب حفاظت سب کی ہو رہی ہے پروٹیکشن (Protection) سب کر سکتے ہیں اگر دشمن حملہ آور ہوتا ہے پھر وہ دفاع کر سکتے ہیں)، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا دونوں طرف ہم نے بھی سلام پھیرا اس طریقے سے نماز مکمل ہوئی (دو رکعت)۔

تو یہ تین مختلف صورتیں ہیں صلاۃ الخوف میں اور ایک رکعت والی روایت بھی موجود ہے بلکہ چھ یا سات ہیں تقریباً اس میں ایک یہ بھی ہے کہ ایک صف آگے تھی ایک صف پیچھے تھی۔

تو اس میں جو محفوظ ہے جو آسان بھی ہے جو عمل کرنا یہ تین طریقے ہیں ان میں سے کوئی بھی اپنائے اس اعتبار سے کہ دشمن کا رُخ کس طرف ہے اور جنگ کی شدت کتنی ہے اس اعتبار سے یہ تین طریقے ہیں یہ تین مختلف صورتیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ﴾ (النساء:103)

(پھر جب تم نماز تمام کر لو (نماز مکمل کر لو))

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ﴾: تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو قیام کی حالت میں قعود کی حالت میں (بیٹھنے کی حالت میں) اور ﴿وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ﴾: اپنی کروٹوں پر۔

﴿فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ﴾: پھر جب تم میں اطمینان حاصل ہو جائے (یعنی خوف ختم ہو جائے اور جنگ کی صورت ختم ہو جائے)۔

﴿فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾: تو نماز کو قائم کرو (یعنی مکمل ارکان واجبات اور سنتیں اور شرطوں کے ساتھ مکمل جیسے نماز قائم کی جاتی ہے)۔

اقامت الصلاۃ میں تمام ارکان وغیرہ ایک ساتھ ہوتے ہیں اور قصر الصلاۃ میں اقامت الصلاۃ کا لفظ نہیں ہے قصر الصلاۃ کا لفظ ہے یعنی اس میں کمی ہو جائے گی اور خوف کی حالت میں کیونکہ صلاۃ القصر میں آپ ارکان تو پورے پڑھتے ہیں لیکن خوف میں بعض ارکان چھوٹ گئے ہیں اور بعض میں آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔

﴿فَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ﴾: جیسا کہ نماز قائم کرنے کا حق ہے، ﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾﴾: بے شک نماز جو ہے مومنوں پر مقرر وقت پر فرض کر دی گئی ہے۔ ﴿كِتَٰبًا مَّوْقُوتًا﴾: جیسا کہ نماز کا وقت تبدیل نہیں ہو سکتا اسی طریقے سے اقامت الصلاۃ کے جو احکام ہیں جو ارکان واجبات اور شروط اور سنتیں ہیں وہ کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتیں۔

وقتی طور پر یہ مسئلہ ہو گیا ہے وقتی طور پر تخفیف ہو گئی ہے نماز کے طریقے اور ہیئت کو بدلا گیا ہے خوف کی وجہ سے لیکن جب امن عام ہو جائے اور خوف ختم ہو جائے جنگ ختم ہو جائے تو نماز کو ویسے قائم کرنا ہے جیسا کہ نماز قائم کرنے کا حق ہے اُس میں پھر کوئی معافی نہیں ہے۔

اور اس لیے جوڑ دیا ہے وقت کے ساتھ کیونکہ نماز کا وقت ہمیشہ مقرر ہوتا ہے اور جنگ کی حالت میں بھی آپ وقت سے پہلے نماز نہیں پڑھ سکتے، آپ تاخیر کر سکتے ہیں جمع کر سکتے ہیں بعد میں پڑھ سکتے ہیں لیکن وقت سے پہلے نہیں پڑھ سکتے اس لیے وقت کے ساتھ جوڑنے کی یعنی حکمت ہے (سبحان اللہ) کہ نماز مقرر وقت پر تم پر فرض کر دی گئی ہے۔

تو رکوع بھی فرض ہے نا سجدہ بھی ہے اب میں نے کہا ہے کہ جب جنگ کی شدت ہو ایماء سے بغیر رکوع کے نماز پڑھ لیں تو یہاں پر رکوع کیوں ختم ہو گیا ہے؟ کیونکہ اس کی وجہ ہے وجہ کیا ہے؟ خوف ہے خوف کی شدت ہے جنگ کے دوران ہے نہیں کر سکتے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (النساء:16): کا قاعدہ یہاں پر لاگو ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ﴾ (النساء:104) (اور تم ہمت نہ ہارو کفار کا پیچھا کرتے ہوئے)

﴿إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ﴾: اگر تمہیں کوئی درد اور تکلیف ہے کوئی دکھ پہنچا ہے تو بے شک اُنہیں بھی درد دکھ اور تکلیف بھی پہنچتی ہے۔

﴿وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ﴾: اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے۔

﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾﴾: اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

جب جنگ ہوتی ہے نا تو دونوں فریقین اہل ایمان اور اہل کفر کا نقصان تو ہوتا ہے زخم بھی لگتے ہیں چوٹیں بھی لگتی ہیں درد بھی ہوتا ہے تکلیف بھی ہوتی ہے اور جان بھی جاتی ہے لیکن دونوں فریقین کی حالت جو ہے ایک جیسی ہوتی ہے کیا؟! اب اہل ایمان کو جو دکھ اور تکلیف ہے یا جان بھی چلی جاتی ہے وہ مفت میں ہے کیا؟! اُجر عظیم ہے۔ تو مومن جہاد کے وقت اُجر عظیم کی امید رکھتا ہے کہ میرا یہ عمل ضائع نہیں ہو گا مجھے اس کا اُجر ملے گا، اور یقین ہوتا ہے اور مزید مضبوطی بھی آتی ہے ہمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور جنگ میں بھی اقدام بہترین طریقے سے ہوتا ہے۔

لیکن کافر جن کو زخم لگے ہیں اُن کو زخم درد اور تکلیف کے سوا کیا ملے گا؟! عذاب اُلیم اور مصیبت ہے! تو درد عام ہے دنیا کے ہاں یہ درد آخرت میں اس سے بھی زیادہ ہو گا جہنم کے عذاب میں تو وہ اللہ تعالیٰ سے امید نہیں رکھتے جو تم رکھتے ہو تو پھر تمہیں اُن سے زیادہ مضبوط ہونا چاہیے جہاد کے دوران اور جنگ کے دوران اگرچہ تمہیں زخم ہی کیوں نہ لگے ہوں۔

ہوا یہ کہ جنگ کے دوران زخم لگ گئے اور کچھ جو مشرکین جو ہیں وہ بھاگنے لگے تو زخمی جو تھے صحابہ جو ہیں وہ ذرا رک گئے کہ بھئی وہ تو ویسے ہی جا رہے ہیں تو اُن کو ہمت دینے کے لیے یہ آیت ہے کہ اس حالت میں بھی: ﴿وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ﴾: اُن کا پیچھا کر رہے ہیں آپ جو ہیں پیچھے نہ رہیں ہمت نہ ہاریں مزید ہمت کرنی چاہیے۔

درد تکلیف تو اُن کو بھی ہے نا جو بھاگ رہے ہیں وہ درد کے ہوتے ہوئے بھی بھاگ رہے ہیں آپ اُن کے پیچھے کیوں نہیں بھاگتے درد تکلیف کے ہوتے ہوئے جبکہ تم اللہ سے امید رکھتے ہو وہ امید نہیں رکھتے کچھ کسی چیز کی؟ تو تمہاری اس دوڑ میں اس بھاگنے میں ان کا تعاقب کرنے میں پیچھا کرنے میں ان کو مزید نقصان پہنچانے میں یا ان کو قتل کرنے میں یا ان کو جنگی قیدی بنانے کے لیے یا ان کو نقصان پہچانے کے لیے جو آپ اقدام کرتے ہیں آگے بڑھتے ہیں اور آپ کی تکلیف میں کچھ تکلیف بڑھتی ہے تو وہ ضائع نہیں جائے گی اصل پیغام یہ ہے (تو آپ کو اُن جیسا نہیں ہونا چاہیے اُن سے زیادہ بہادر زیادہ ہمت والا ہونا چاہیے اصل پیغام یہ ہے)۔

دو چیزیں اس میں میں اضافہ کر دوں:

1- کہ صلاۃ الخوف جو ہے اس میں جو پہلی صورت میں نے بتائی ہے یہ کب ہوتی ہے؟ جب خوف کی شدت ہو اور جنگ کے دوران معاملہ ہو جائے۔

2- اور میں نے کہا کہ دوسری نماز کا وقت ختم ہونے والا ہے اس سے مراد کیا ہے؟ دو نمازیں جو جمع ہوتی ہیں یعنی نماز عام طور پر کب فرض ہوتی ہے؟ ظہر کی نماز عصر کی نماز مقرر وقت ہے اس لیے: ﴿كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہر نماز کا اپنا اپنا وقت ہے لیکن صلاۃ الخوف میں وقت جو ہے نا جمع کرنا بھی مقصود ہے سفر بھی ہم جمع کر سکتے ہیں وہ حکم باقی رہا ہے۔

تو نمازیں کون سی جمع ہوتی ہیں؟ دو قسم کی ظہر عصر کے ساتھ اور مغرب عشاء کے ساتھ، فجر کے ساتھ کوئی جمع نہیں ہوتی یہ قاعدہ ہے۔

اور ابھی ظہر کا وقت شروع ہو گیا ہے اور جنگ شروع ہو گئی ہے اب لڑ رہے ہیں کیا ابھی وقت ہے کہ ایک رکعت پڑھی جائے یا وقت نہیں ہے؟ نہیں ہے۔ عصر کا وقت شروع ہو گیا ہے ابھی وقت ہے؟ نہیں ہے۔

عصر کا وقت اب ختم ہونے والا ہے اب ایسی صورت میں کیونکہ اب جنگ تو رکی نہیں ہے (اگر رک جاتی پھر وہی صورت ہوتی کہ دشمن قبلے کی طرف ہے یا اُس سے الگ ہے پھر وہ رکعت وہ نماز پڑھی جاتی) اب وہ پڑھ نہیں سکتے اُس کا موقع نہیں ملا اب دوسری نماز جو جمع ہو سکتی ہے اُس کا وقت بھی ختم ہو رہا ہے اب اس وقت یہ صلاۃ الخوف ایک رکعت والی جو ہے یہ پڑھی جاتی ہے (اب سمجھ آئی؟)، مغرب کا وقت ہے نہیں پڑھیں گے عشا کا وقت ختم ہو رہا ہے تب پڑھیں گے۔

اگر نہیں موقع ملا اس کا موقع بھی نہیں ملا مسلسل گولیاں چل رہی ہیں مسلسل ہر طرف سے جیسا کہ جنگ احزاب میں ہوا کیا جنگ احزاب میں ہوا؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین "صلاۃ الظہر، عصر اور مغرب" یہ نمازیں چھوٹ گئی تھیں نہیں پڑھ سکے فجر پڑھی تھی بس تو عشاء کے وقت جو ہے نمازیں قضاء کی تھیں ظہر پہلے پڑھی پھر عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی پھر عشاء پڑھی؛ یہ بھی تب آسانی ہے جب اس ایک رکعت کا بھی امکان نہ ہو۔

تو یہ چند اہم باتیں تھیں صلاۃ الخوف اور صلاۃ القصر کے تعلق سے اب قصر کے احکام اور مسائل ہم سوال اور جواب کی نشست میں ان شاءاللہ اس پر بات کرتے ہیں (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

سوال اور جواب

سوال: یہ جو جمع کی ہیں ظہر اور عصر کی نماز عصر کے وقت تب ایک ایک پڑھیں گے ؟

جواب: جی! ایک ایک پڑھیں گے۔

سوال: دو دو نہیں پڑھی جائیں گی؟

جواب: نہیں نہیں! نماز اس حالت میں ایک ایک پڑھی جاتی ہے۔

میں نے کہا ہے کہ اس میں چھ یا سات طریقے ہیں دو والا بھی ہے ایک والا بھی ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس کی اس روایت میں آیا ہے کہ خوف کی شدت کی حالت میں ایک رکعت پڑھی جاتی ہے یہ قول راجح ہے۔ میں نے آپ کو چھ سات نہیں بتائے کنفیوژن (Confusion) زیادہ ہو جاتی ہے تین میں تھوڑا مسئلہ ہو گا تو سات میں تو اور مسئلہ ہو جاتا ہے تو یہی تین یاد ہو جائیں طالب علم کے لیے کافی ہیں۔

کچھ سوالات ہیں میں ان کا جواب دے دوں درس کے تعلق سے کوئی سوال ہے تو اس پر پہلے ہم بات کرتے ہیں اور پھر ان شاءاللہ کچھ سوالات پہلے سے ان پر بات کرتے ہیں۔

سوال: یہ جو آیات ہیں 101 سے 104 تک ان آیتوں کا جو تعلق ہے عقیدے کا جو اصل ہے صرف متفرقات سے ہے یا ان کے علاوہ کچھ ہے؟

جواب: آپ دیکھیں یہ تو آپ کو واجب دیا ہے میں نے یہ واجب میں آئے گا نا تو آپ کیا سمجھ رہے ہیں کہ آدھی سورۃ کا واجب ہو گا؟!

چند سوالات ہیں میں صرف تین سوال لوں گا یہ باہر سے ہیں:

1- پہلا سوال غیر مسلم شہریت کا پاسپورٹ حاصل کرنے کے متعلق ہے اور یہ پچھلے درس کی طرف سے ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے اس پر بات کروں گا میں۔

2- دوسرا سوال مدینہ جاتے ہوئے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کرنے کی گزارش کرنے کے متعلق سوال ہے۔

3- اور تیسرا سوال تقدیر کے تعلق سے ہے۔

تو پہلا سوال، کہتے ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج کی کلاس میں یعنی پچھلے درس میں ہجرت کے بارے میں بات کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ غیر مسلم ملک کا پاسپورٹ حاصل کرنا اور اس کا استعمال کرنا ٹھیک ہے لیکن اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے میرا سوال یہ ہے کہ کسی غیر مسلم

ملک کی شہریت حاصل کرنا دنیاوی فائدے کے لیے بھی تو ہجرت ہے کیا ایسا نہیں ہے؟ یہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے پلیز وضاحت کریں أحسن الله إليك؟

اسی تعلق سے دوسرا سوال ہے کہ آپ نے تفسیر سورۃالنساء کے درس میں بیان کیا کہ اگر کوئی لوگ کافر ملک میں کام کرنے کے لیے جاتے ہیں تو وہ وہاں وقتی طور پر رہ سکتے ہیں بلکہ پاسپورٹ لینے کے لیے بھی رہ سکتے ہیں تو آپ سے گزارش ہے کہ اس کی مزید وضاحت کر دیں کیونکہ وہاں پر پاسپورٹ لینے کے لیے جانا شرعی اسباب میں سے نہیں ہے چاہے جانے والے کی نیت وہاں پر وقتی طور پر رہنے کی ہی کیوں نہ ہو تو پھر یہ عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے بارك الله فيك؟

جواب:"وبارك الله فيكم": جو میں نے بات کی تھی پچھلے درس میں یہ ہر مسلمان کے لیے نہیں ہے، میرا جو سیاق اور سباق ہے بالکل واضح ہے اور بنیادی طور پر غیر مسلم شہریت کا پاسپورٹ حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور جو میں نے کہا تھا پچھلے درس میں خصوصی طور پر اُن مسلمانوں کے لیے ہے جو بغیر شرعی عذر کے کافر ملک میں پہلے سے رہتے ہیں یا وہاں جانے کا عزم کر چکے ہیں کہ لازمی جانا ہے۔ ویزا مل چکا ہے ٹکٹ مل چکی ہے بس جا رہے ہیں پکا عزم ہے اب جانا ہے کوئی اور راستہ نہیں ہے اور کوئی عذر شرعی بھی نہیں ہے وہاں پر رہنے کے لیے جا رہے ہیں اور یہی حال اکثر مسلمانوں کا ہے(إلا من رحم الله سبحانه وتعالیٰ)، اکثریت آپ نائنٹی یا نائنٹی (90) سے بھی زیادہ پرسنٹ(Percent) دیکھ لیں بغیر عذر شرعی کے ہوتے ہیں وہاں پر صرف رہنے کے لیے آسان زندگی یا بہتر زندگی کے لیے وہ سمجھتے ہیں کہ وہاں جائیں گے تو دنیا آسان ہو جائے گی جبکہ ایسا نہیں ہے۔

اس تناظر میں میں نے کہا کہ اگر جانا ہی ہے تو پاسپورٹ حاصل کرنے کے بعد واپس آجائیں اس وعید سے بچنے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں سے بَری ہیں جو اُن کے بیچ میں رہتے ہیں، یعنی سخت وعید ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کافروں کے بیچ میں رہ کر مر جاتا ہے میں اُن سے بَری ہوں۔

اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ جو کافروں کے ساتھ رہ کر گھل مل جاتا ہے وہ اُن کی مثل ہے (وہ کافروں جیسا ہی ہے)۔

سخت وعید ہے! تو اس وعید سے بچانے کے لیے اور اس سے یعنی ڈرانے کے لیے بچنے کے لیے میں نے کہا تھا کہ اگر جانا ہی ہے تو پھر پاسپورٹ لے کر واپس آجائیں اس اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے پاسپورٹ لینا اور یہ "أخف الضررين" کے قاعدے میں سے ہے، اس میں کئی قواعد شرعیہ ہیں اور أخف الضررين کہ:

(۱) دو چیزیں جو ضرر رساں ہیں ان میں سے جو خفیف ضرر ہے اس کو اپنایا جاتا ہے بڑے ضرر بڑے نقصان سے بچنے کے لیے۔

(۲) یا دو مفسدوں میں سے جو کم مفسدہ ہے اس کو حاصل کیا جاتا ہے بڑے مفسدے سے بچنے کے لیے۔

(۳) اور اس میں ایک اور بھی ہے جو آج کے درس میں آیا ہے الفاظ کے تعلق سے کہ جو لفظ کسی غالب یا کسی خاص حادثے کی وجہ سے بیان کیا جائے اس کا معنی نہیں ہوتا، کیونکہ غالباً لوگ اسی لیے جاتے ہیں تو اگر کوئی اسی کوئی سیاق اور سباق سے کہے کہ کوئی حرج نہیں ہے تو جو غالباً لوگ جا رہے ہیں اگر وہ جانا چاہتے ہیں صرف وہ حاصل کرنے کے لیے اس اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے کہ کم سے کم بولیں کہ واپس تو آجائیں اس وعید

سے سے بچنے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی ہے۔ بہر حال اگر کسی نے یہ سمجھا ہے کہ کافر ممالک کی شہریت حاصل کرنا سب کے لیے جائز ہے اور ہر مسلمان کسی کافر ملک میں جا کر بغیر شرعی سبب کے پاسپورٹ حاصل کر لے اور پھر وہ واپس آجائے تو یہ غلط ہے میں نے یہ نہیں کہا، ہر مسلمان کے لیے نہیں ہے یہ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جو وہاں پر پہلے سے رہتے ہیں یا جانے کا عزم کر چکے ہیں (سوچ نہیں رہے عزم کر چکے ہیں) اور جا رہے ہیں یہ اُن کے لیے ہے۔

تو میرا یہ مقصد ہر گز نہیں تھا اس تناظر میں نے بات کی تھی جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے ہماری مغفرت فرمائے اور حق بات کرنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر شر سے محفوظ فرمائے، آمین)؛ واللہ اعلم۔

"سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ"۔ (یہ پہلے سوال کے تعلق سے ہے)۔

دوسرا سوال جو ہے کہ کیا مدینہ جاتے ہوئے کسی شخص کو یہ کہنا جائز ہے کہ میرا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دیں؟ اور کیا کسی دوست کو سلام بھیج سکتے ہیں کہ فلاں کو میرا اسلام دے دیں؟

جواب: اس ایک سوال میں دو سوالات ہیں:

(۱) پہلا سوال یہ ہے کہ ایک شخص مدینہ جا رہا ہے آپ اسے کہتے ہیں کہ آپ مدینہ جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا اسلام عرض کر دینا۔

(۲) دوسرا سوال ہے کہ آپ جا رہے ہیں مدینہ فلاں ہمارا دوست ہے وہ آپ کو ملے گا تو میرا اسلام اسے کہہ دینا۔

پہلے سوال کا جواب کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کے ذریعے سلام بھیجنا (کسی انسان کسی شخص کے ذریعے سلام بھیجنا) جو مدینہ جا رہا ہے یہ تب ممکن اور جائز ہے جب آپ صلی علیہ وآلہ وسلم حیات ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جائز نہیں ہے کیونکہ جو رہنمائی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جہاں پر بھی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام بھیجتے ہیں تو خاص مقرر فرشتے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں صرف اسی ایک مقصد کے لیے کہ کہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی شخص سلام دے رہا ہے یہ خاص فرشتے سلام لے لیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دیتے ہیں (صحیحین)۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری یہ رہنمائی کی ہے کہ اگر مجھے سلام پہنچانا ہے تو سلام پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ فرشتے پہنچائیں گے لوگ (انسان) نہیں پہنچائیں گے۔ اور کیا خیال ہے کہ انسان بہتر پہنچاتے ہیں یا فرشتے؟ کیونکہ انسان بھول بھی سکتا ہے یہ الگ بات ہے، اللہ تعالیٰ کے خاص فرشتے ہیں وہ سلام بھی پہنچاتے ہیں یقیناً پہنچائیں گے اور اس کے اُجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہو گی اور اتباع سنت کا الگ سے اس میں اُجر ہے کہ آپ سنت کی اتباع کر کے جہاں پر ہیں وہیں سے آپ نے سلام بھیجا ہے۔

لیکن اگر کسی کو آپ کہتے ہیں کہ سلام بھیجیں تو دو تین بڑی غلطیاں ہیں:

(۱) خلاف سنت ہے۔ (۲) بدعت ہے۔ (۳) اور پھر آپ کو کیا پتہ پہنچایا گیا ہے کہ نہیں؟ ہو بھی سکتا ہے کہ بھول جائے نہ بھی پہنچائے۔

اور پھر جب آپ کہیں گے کہ میرا اسلام پہنچائیں تو فرشتے نہیں پہنچائیں گے اب کیونکہ یہ عمل جو آپ نے کیا ہے خلاف سنت ہے تو اِدھر سے بھی آپ محروم ہوگئے ! تو یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

دوسرا سوال کہ کیا کسی شخص کو یہ کہنا جس کو آپ جانتے ہوں آپ کے دوست میں سے احباب میں سے یا کوئی رشتے دار ہے کہ آپ مدینہ جارہے ہیں میرا اسلام اُسے پہنچادینا میری طرف سے اُسے سلام کہہ دینا یہ جائز ہے؟

جواب: یہ جائز تو ہے لیکن اس کا حکم دیکھیں ذرا کہ اگر آپ نے کہہ دیا ہاں ! تو آپ پر واجب ہے سلام پہنچانا، نہیں پہنچائیں گے تو گناہ ہے کیونکہ یہ امانت کے زمرے میں آتا ہے تو امانت ہے، آپ نے ہاں کہہ دیا اب اُس شخص نے آپ کو جو بات کی ہے آپ کے لیے امانت ہے آپ نے سلام پہنچاناہے۔اور یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اکثر لوگ بھول جاتے ہیں سلام نہیں پہنچاتے،اس کی دو یا تین صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت ہے کہ آپ نے ہاں کہا۔(۲) دوسری میں آپ نے نہ کہہ دیا۔(۳) تیسری میں آپ نے خاموشی اختیار کرلی۔

اگر ہاں کہا تو واجب ہے۔

انکار کردیا تو جان چھوٹ گئی کہ بھئی میں بھول جاؤں گا معذرت چاہتا ہوں (کوئی مسئلہ نہیں ہے معذرت کرلیں آپ)۔

تیسرا کہ خاموشی اختیار کی ہے تو خاموشی یہاں پر واجب نہیں ہے، اگر آپ نے خاموشی اختیار کی ہے ہاں نہیں کہا یا اس کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا تب آپ پر واجب نہیں ہے آپ خاموش ہیں نا۔

اس سے ایزی (Easy) اور ہے:

(۴) چوتھی صورت یہ ہے جو سب سے ایزی (Easy) ہے کہ جو میرا پوچھے اُس کو سلام کہہ دینا۔

جو میرے بارے میں پوچھے اُس کو سلام کہہ دینا اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ کہ آپ وہاں پر جاتے ہیں آپ کا ایک مشترکہ دوست ہے یا کوئی رشتے دار ہے آپ سے حال پوچھتا ہے کہ فلاں کا کیا حال ہے جدہ میں، آپ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ آپ کو سلام بھی کہہ رہا تھا۔

کیا خیال ہے کہ جو میرے بارے میں پوچھے اس کو سلام کہہ دینا؟ تو یہ زیادہ آسان ہے اس میں اُجر بھی ہے ثواب بھی ہے سلام پہنچانا بھی ہے اور باہمی تعلق بھی قائم ہوتا ہے۔

سوال: ان شاءاللہ کہہ سکتے ہیں؟

جواب: ان شاءاللہ کہہ سکتے ہیں ان شاءاللہ میں آپ کو گناہ نہیں ہوگا۔

تیسرا سوال تقدیر کے تعلق سے ہے کہتے ہیں کہ ابو جہل کی مثال تو سمجھ میں آگئی ہے لیکن جب ایک بدکار انسان نیک اور کافر مومن ہو جاتا ہے تو اس کی تقدیر کیسے بدلتی ہے یہ سمجھ میں نہیں آیا؟

اور سورۃالنور میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (النور:35) اس آیت میں نور سے کیا مراد ہے اور اس آیت کا معنی یا تفسیر کیا ہے ذرا آپ سمجھادیں؟

جواب: اصل بات یہ ہوئی تھی پچھلے درس میں میں نے یہ کہا تھا کہ ابو جہل جو ہے اُس پر حجت تمام ہو چکی اور ابو جہل نے کفر پر ہی مرنا تھا اُس کے پاس کوئی حجت نہیں قیامت کے دن کہ میں کافر کیوں مرا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سابق علم میں تھا ہمیشہ جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے کہ ابو جہل نے کفر پر ہی مرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ابو جہل کی زبان میں مبعوث فرمایا اور ابو جہل نے قرآن کو سنا ہے سمجھا ہے اور انکار کیا ہے جان بوجھ کر انکار کیا ہے اور اسی پر اُس کی موت ہو گئی۔

اور حدیث میں ہے پچھلے درس میں میں نے بتایا تھا کہ مرنے سے پہلے اُس کی کتاب سابق ہو جاتی ہے تقدیر سابق ہو جاتی ہے اور وہ جو ہے جو ظاہراً کفر کی حالت میں تھا یا نافرمانی کرتا تھا وہ جنت والے عمل کرے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا، یا اس کے برعکس کوئی شخص جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے اور مرنے سے پہلے اُس کی تقدیر غالب آجاتی ہے کتاب غالب آجاتی ہے پھر وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔

تو سوال میں بھائی نے یہ پوچھا ہے کہ ابو جہل کی بات تو سمجھ آگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سابق علم میں ہے پہلے ہمیشہ سے علم ہے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کرنا تو کفر پر اس کی موت ہو گئی ہے لیکن وہ شخص جو بدکار ہے یعنی ظاہراً وہ جہنم والے عمل کرتا ہے اور مرنے سے پہلے وہ توبہ کر لیتا ہے یا وہ جنت والے عمل کر لیتا ہے پھر وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، یا کافر ہے پھر اس پر کتاب تقدیر غالب آجاتی ہے وہ مومن ہو جاتا ہے اور وہ کلمہ پڑھ لیتا ہے یہ بات سمجھ نہیں آئی؟

واضح وہی بات ہے اس میں فرق کیا ہے؟! اس میں اللہ تعالیٰ کا علم تقدیر کے جو چار مراتب ہیں ترتیب کے ساتھ:

1- اللہ تعالیٰ کا علم ہے اللہ تعالیٰ کا علم اَزلی ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو ہو چکا جو ہو گیا جو ہونے والا ہے ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کو علم ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی چیز کی تجدید نہیں ہوئی کہ یعنی کوئی چیز اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے۔ لیکن مخلوق جاہل پیدا ہوتی ہے پھر علم حاصل کرتی ہے پھر بھول جاتی ہے پھر اس کا علم ختم بھی ہو جاتا ہے کم بھی ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کریمہ میں یہ چیز بالکل نہیں ہے اللہ ہمیشہ سے عالم ہے باریک بینی بھی جانتا ہے کس پتے نے کہاں پر گرنا ہے وہ بھی جانتا ہے، دل کے اندر جو چھپا راز ہے وہ بھی جانتا ہے آنکھوں کی خیانت بھی جانتا ہے، انسان ابھی بولے گا تو پتہ چلے گا لیکن اندر کے چھپے راز کیا ہیں آنکھوں کی خیانت کیا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے؛ تو علم ہے۔

2- اور پھر اللہ تعالیٰ نے پچاس ہزار سال پیدا کرنے سے پہلے زمین اور آسمان کے قلم کو حکم دیا کہ لکھو۔

قلم نے کہا کیا لکھوں؟ تقدیر لکھو تا قیامت ہر چیز کی تقدیر، اس میں مومن بھی ہے کافر بھی ہے ابو جہل بھی ہے سیدنا عمر بھی خطاب بھی ہیں سیدنا ابو بکر صدیق بھی ہیں تمام کائنات جو دنیا میں آئے گی تا قیامت قلم نے لکھ دیا ہے۔

3- پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ہے، تیسرا مرتبہ ہے چاہت کا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ہے "مشیئت" وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

4- چوتھا پیدا کرنا ہے خلق ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابو جہل کا وجود ہی نہ ہوتا ابو جہل پیدا ہی نہ ہوتا، پیدا ہوا ابو جہل۔

لیکن یہ ترتیب ہے تقدیر کی ان مراتب کی یہ تبدیل نہیں ہوتی:

1- اللہ کا علم اَزلی علم ہے اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

2-جو لکھ دیا گیا لوحِ محفوظ میں وہ تبدیل نہیں ہوتا۔

3-جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے وہ تبدیل نہیں ہوتا۔

4-جو اللہ نے پیدا کیا ہے وہ تبدیل نہیں ہوتا۔

تو ابھی جو ہم نے کہا ہے کہ جہنم والے کام کرے گا پھر کتاب غالب آجائے گی (تقدیر) پھر وہ مومن ہو جائے گا اس کا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہی ہے کہ اس نے پہلے زندگی کا یہ حصہ ایسے گزارنا ہے کفر میں گزارنا ہے نافرمانی میں گزارنا ہے پھر اس نے توبہ کر لینی ہے، پہلے تو وہ عمل جہنم والے کرتا تھا نا۔ اب ایک بُت پرست تھا ہندو ہے وہ بعد میں اسلام قبول کرتا ہے مرنے سے پہلے اب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اتنے وقت میں اس نے ہندو رہنا ہے بُت پرستی کرنی ہے پھر اس نے توبہ کرنی ہے مرنے سے پہلے اور پھر اس کی موت آجائے گی جبکہ وہ ایمان کی حالت میں ہو، یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے قلم کو حکم دیا ہے کہ یہی لکھو، قلم نے وہی لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اس کو پیدا بھی کیا ہے اس میں کوئی مسئلہ ہے؟!

کیونکہ حدیث میں یہ آیا ہے: "فيما يبدو للناس" جیسا کہ لوگوں کو لگتا ہے کہ یہ جنتیوں والے عمل کرتا ہے جبکہ اندر سے منافق بھی ہو سکتا ہے؛ منافق کیا کرتے ہیں؟ ظاہراً تو نیک عمل کرتے ہیں دل میں کفر ہوتا ہے اُن کا خاتمہ کس چیز پر ہوتا ہے؟ کفر پر ہی ہوتا ہے۔ تو اس کا یہ معنی ہے۔

رہ گئی بات سورۃ النور کی آیت کے تعلق سے میں پوری آیت کو پڑھ لیتا ہوں تاکہ آسانی سے سمجھ بھی آجائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (النور:35)

(اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے)

اور نور سے مراد کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت نور ہے، اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے، یہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہے اللہ تعالیٰ کا نور نہ ہوتا تو کوئی نور نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے اللہ تعالیٰ کی صفت نور ہے اللہ تعالیٰ کا حجاب بھی نور ہے اگر یہ حجاب نہ ہوتا تو سب کچھ جل جاتا راکھ ہو جاتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ﴾: اللہ تعالیٰ کے نور کی مثل ایسی ہے (اب اللہ تعالیٰ ایک مثال دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم نور کی)

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾: اللہ تعالیٰ کا نور مثل ایسا ہے کہ ایک طاق ہے جو دیوار میں ہوتا ہے۔

سمجھتے ہیں طاق؟ پچھلے زمانے میں دیوار میں چھوٹا سا ایک ایسے گڑھا بناتے تھے کیا کہتے ہیں اسے؟ محراب جیسی یا کوئی طاق ہوتی ہے اندر عام لوگ جو ہیں وہ طاق ہی کہتے ہیں (روشندان تو پورا تھرو تھرو (through، through) ہی ہوتا ہے وہ باہر نہیں جاتا) کوئی قرآن رکھنے کے لیے بھی گھر میں رکھتے ہیں یعنی دیوار کے اندر کوئی ایسا سوراخ ہوتا ہے جو تھرو تھرو (through، through) نہیں ہوتا دیوار کے پار نہیں جاتا اس میں چیزیں رکھی جاتی ہیں عام طور پر اسے عام طور پر طاق بھی کہتے ہیں کھڑکی کی طرح جو بند ہوتی ہے باہر کی طرف نہیں کھلتی یہ سمجھ لیں آپ۔

مثال ایک طاق جیسی ہے جس میں چراغ ہے (مصباح چراغ کو کہتے ہیں)۔

﴿اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَةٍ﴾: چراغ شیشے کی قندیل میں ہے شیشے میں ہے (چراغ تو جانتے ہیں نا آپ ؟)۔

﴿اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّیٌّ﴾: جو شیشہ ہے چمکتے ہوئے روشن ستارے کے جیسا ہے (جیسے روشن ستارہ ہوتا ہے نا آسمان میں یہ شیشہ ویسے چمک رہا ہے)۔

﴿یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِیَّةٍ وَّلَا غَرۡبِیَّةٍ﴾: یہ چراغ جو ہے ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہے جو نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں ہے۔

یعنی ہمیشہ سورج کی روشنی اسے لگتی ہے، اگر مشرق میں ہوتا تو صبح کے سورج کی روشنی لگتی لیکن مغرب کے وقت نہ لگتی ہے اور اگر مغرب میں ہوتا تو سورج کی روشنی صبح نہ لگتی شام کو لگ جاتی (مطلب غروب سے پہلے)، تو یہ کہیں پر درمیان میں ہے سورج کی روشنی ہمیشہ اُسے لگتی ہے۔

اور یاد رکھنا کہ زیتون کے تیل کو جتنی زیادہ سورج کی کوشش لگتی ہے اتنا اس کا تیل زیادہ عمدہ ہوتا ہے اس لیے شام کا جو زیتون ہے سب سے کیوں عمدہ ہے؟ شام کہاں پر ہے مشرق مغرب میں یا درمیان میں؟ درمیان میں ہے، تو اکثر سورج کی روشنی وہاں پر لگتی ہے اور جو بھی ممالک اس پٹی میں ہیں اُن کا زیتون کا تیل جو ہے وہ سب سے عمدہ سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

﴿یَّكَادُ زَیۡتُهَا یُضِیۡٓءُ﴾: خود وہ تیل قریب ہے کہ روشن ہو جائے۔

﴿وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ﴾: اگرچہ اسے آگ بھی نہ چھوئے۔

اتنا زیادہ تیل عمدہ اور پیور ہے کہ خود ایسا لگتا ہے چمک رہا ہے جبکہ اُسے آگ نے ابھی چھوا نہیں ہے۔ اب آگ چھوئے گی جب دیہ جلایا جائے گا اس تیل سے تو آگ دیکھیں کتنی دگنی ہو جائے گی ابھی آگ چھونے سے پہلے خود چمک رہا ہے! (سبحان اللہ)۔

﴿نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ﴾: نور پر نور ہے۔ کون سا نور پر نور ہے؟ یعنی ایک تو خود یہ جو تیل ہے اس کی پیورٹی (Purity) ہے اتنا پیور (Pure) ہے کہ خود چمک رہا ہے اور پھر جب اسے جلایا جاتا ہے نور اور دُگنا ہو جاتا ہے تو: ﴿نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ﴾۔

﴿یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ﴾: اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے نور کی طرف ہدایت دے دے۔

﴿وَیَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ﴾: اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کو سمجھانے کے لیے بیان کرتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۳۵﴾﴾: اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

خوب جاننے والا ہے کہ کس نے ہدایت کا راستہ اختیار کرنا ہے کون ہدایت کا مستحق ہے کون نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے دیتا ہے۔

اس میں جو مثال ہے اصل بات بھائی کو یہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی اب مثال کس چیز کی ہے؟ اصل مثال جو ہے مومن کا دل ہے۔

دیکھیں انسان کا دل جو ہے اس میں فطرت ہے "توحید"، انسان توحید کی فطرت پر ہے (ہر انسان)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے: "كُلُّ مَوۡلُوۡدٍ یُوۡلَدُ عَلَی الۡفِطۡرَةِ": اُس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

ہر مسلمان اسلام میں ہی پیدا ہوتا ہے ایمان کی فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے تو فطرت انسان کی جو ہے یہ وہ زیتون کا تیل ہے جو خود چمکنے والا ہے پیور (Pure) ہے۔

انسان کے دل میں فطرت جو ہے وہ اُس زیتون کے تیل کی مانند ہے جو پہلے سے پیور (Pure) ہے اب کس چیز کا انتظار ہے اسے روشن ہونے کے لیے؟ دیہ جلانے کے لیے آپ اسے آگ لگاتے ہیں نا پھر جلتا ہے نا اب یہ جو مومن کا دل ہے یا انسان کا دل ہے عام انسان کے دل میں فطرت اس زیتون کے تیل کی مانند ہے جو سب سے پیور (Pure) ہے: ﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾: اب یہ اس انتظار میں ہے کہ ایمان اور علم پہنچ جائے اسے بس، اگر ایمان اور علم پہنچ گیا اسے معرفت اللہ تعالیٰ کی پہنچ گئی اسے صحیح طریقے سے تو یہ روشن ہو جائے گا۔

اب ہوتا کیا ہے؟ کافر کیونکہ دھتکار دیتا ہے نبی کی تعلیمات کو اور علم ایمان سے اعراض کرتا ہے منہ موڑ لیتا ہے تو اس کا نور بھی بجھ جاتا ہے یہ جو روشن تھا نا یہ تیل یہ بجھ جاتا ہے، لیکن جو مومن ہے جس نے ایمان قبول کیا ہے کلمہ پڑھا ہے اور تعلیمات اور احکام پر حکم کی تعمیل کی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں تو یہ جو تیل ہے جو خود تو بہت زیادہ چمکدار ہے اب اس کے نور میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اُس دیے کی طرح جو اس زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے جس کا تیل اُس زیتون کے درخت کا ہے جو نہ شرقیہ ہے نہ غربیہ ہے سب سے پیور (Pure) ترین ہے جو خود چمکتا ہے۔ تو مومن کے ایمان کی وجہ سے یہ ایمان جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے یہ روشنی اور بڑھتی جاتی ہے کیونکہ ایمان جو ہے زیادہ اور کم ہوتا ہے تو روشنی بڑھتی جاتی ہے تو ﴿نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ﴾: ایک نور فطرت کا ہے، ایک نور ایمان کا ہے، ایک نور علم کا ہے، ایک نور اُس پر عمل کا ہے کیونکہ عمل سے ایمان بڑھتا رہتا ہے؛ تو یہ تمام جب چیزیں آپس میں آ جاتی ہیں ایمان جو ہے وہ بڑھتا جاتا ہے اور یہ نور بھی بڑھتا جاتا ہے (واللہ أعلم)۔

یہ اس کا مختصر معنی ہے اور پھر باقی جو یہ مثال دی ہے کہ یہ جو قندیل ہے شیشہ ہے اور پھر یہ طاق ہے یہ سینے کا دل ہے پھر یہ چیسٹ (Chest) ہے یہ سب اس کے اندر دیکھ لیں آپ یہی مثال ہے تو مومن کا جو سینہ ہے وہ ہمیشہ ایمان کی روشنی سے روشن رہتا ہے۔

سوال: آیت کا جو شروع ہے: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾: اس کا کیا معنی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت نور ہے، اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے، اور زمین اور آسمان اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہیں جو نور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے یہ مخلوق ہے یعنی سورج کی روشنی چاند کی روشنی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔

سوال: جو صوفی استعمال کرتے ہیں کہ یہ نور ہیں اللہ تعالیٰ کا؟

جواب: وہ تو وحدت الوجود کو لیتے ہیں وہ تو بالکل غلط ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے بنتی نہیں ہے!

"النور الذى خلقه في قلب الانسان"، عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی روح ہیں شرف کے لیے ہے یہ عام نور تو نہیں ہے۔

اب نور ایمان جو ہے کیونکہ حسّی معنی بھی ہے تو دو نور ہیں:

1-ایک نور محسوس کیا جاتا ہے روشن یہ دیکھتے ہیں ہم، سورج کی روشنی مخلوقات میں جو ہم دیکھتے ہیں۔

2-ایک معنوی ہے:

(۱)قرآن نور ہے کہ نہیں؟

(۲)وحی نور ہے کہ نہیں؟

محسوس کر سکتے ہیں دیکھ سکتے ہیں؟ نہیں! معنوی نور ہے۔

تو یہ معنوی نور جو ایمان کا نور ہے یہ اللہ تعالیٰ نے اُس حسّی نور کے ساتھ جوڑ دیا ہے تو اس نور کی تشریف کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے (واللہ اُعلم،جزاکم اللہ خیراً)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظ اللہ) کے آڈیو درس 004-21:سورۃالنساء کی مختصر تفسیر (آیات:101-104) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio